شمارہ نمبر 4 یکم اپریل ۲۰۱۸
10 روزہ
اصلاح المسلمین
جنت کی قیمت
مسکینوں محتاجوں کو نہ دینا بھی اسراف ہے
مقصود الٰہی احسن عمل ہے کثرتِ عمل نہیں
اخلاق حسنہ کمال ایمانی کی شرط
نصیحت و خیر خواہی، شیوۂ انبیاء
صالحین کی عادت
جامعہ اسلامیہ فاروقیہ
سیکٹر ۹، نارتھ کراچی
فری PDF رسالہ
کے لئے وٹس ایپ کریں
+923018286712
+923322552943

القرآن

کسب حلال کی ضرورت

وَإِلَىٰ مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْبًا قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ قَدْ جَاءَتْكُم بَيِّنَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ فَأَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ﴿سورۃالاعراف:۸۵﴾

اورمدین کی طرف ہم نے اُن کے بھائی شعیب کوبھیجا۔انہوں نے کہا:''اے میری قوم کے لوگو!اللہ کی عبادت کرو۔اس کے سواتمہاراکوئی معبودنہیں ہے۔تمہارے پاس تمہارے پروردگارکی طرف سے ایک روشن دلیل آچکی ہے۔لہٰذاناپ تول پوراپوراکیا کرو،اور جو چیزیں لوگوں کی ملکیت میں ہیں،اُن میں اُن کی حق تلفی نہ کرو۔اورزمین میں اُس کی اصلاح کے بعدفسادبرپانہ کرو۔یہی طریقہ تمہارے لیے بھلائی کاہے،اگرتم میری بات مان لو۔(سورۃالاعراف:85،آسان ترجمہ قرآن:341)

الحدیث

کسب حلال کی فضیلت

حضرت مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایاکہ:''اپنے ہاتھ کی کمائی سے زیادہ بہترغذاہرگزکوئی نہیں کھاتااوراللہ تعالیٰ کے نبی حضرت داؤدعلیہ السلام اپنے ہاتھ کی دستکاری سے کھاتے تھے۔''(بخاری شریف)

حضرت مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایاکہ:''اپنے ہاتھ کی کمائی سے زیادہ بہترغذاہرگزکوئی نہیں کھاتااوراللہ تعالیٰ کے نبی حضرت داؤدعلیہ السلام اپنے ہاتھ کی دستکاری سے کھاتے تھے۔''(بخاری شریف) فائدہ:تب پھرہم کیوں کتراتے ہیں،کوئی حلال پیشہ اختیارکرنے سے؟ہم کیوں عارمحسوس کرتے ہیں ایسے کام کرنے سے جسے نبیوں نے اللہ کاحکم سمجھ کرانجام دیا!

عرضِ مدیر

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

مسلسل سانحات ہورہے ہیں،اورغیبی مددساتھ نہیں۔قنوت نازلہ پڑھی جارہی ہیں،دعائیں مانگی جارہی ہیں،مگرکشمیر،فلسطین،شام،افغانستان،برمااورسری لنکاوانڈیامیں مسلسل قوم مسلماں کی خون کی ندیاں بہائی جارہی ہیں۔وجہ بس یہی ہے کہ ہمارے اعمال،افعال اوراقوال اللہ تعالیٰ کی منشاءکےمتصادم ہیں۔

سیدناموسیٰ علیہ السلام نے وقت ابتلامیں اللہ تعالیٰ کی معیت اپنے ساتھ کرلی تھی،جس کی بدولت ان کااوران کی قوم بنی اسرائیل کابدترین دشمن فرعون ذلیل ہوکراپنے لاؤلشکرسمیت بحیرۂقلزم میں ڈوب مرا،قوم موجوداورآئندہ کے چیلنجوں کامقابلہ فقط اس صورت میں کرسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی معیت کواپنے ساتھ کرلے لیکن یہ یادرہے کہ اللہ تعالیٰ کی معیت ان کے ساتھ ہوتی ہے جن سے وہ راضی ہوتاہے،اس کی رضامندی حاصل کرنے کے لیےضروری ہے کہ انسانوں کے اعمال،افعال اوراقوال اس کی منشاکےموافق ہوں،نہ کہ اس سے متصادم!

ہم عوام کھلے دل سے اعتراف کرلیں کہ ہم نے اب تک کسی سختی اورپیش آمدہ مشکلات سے نجات حاصل کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی معیت کواپنے ساتھ کرلینے کی ضرورت کی پروانہ کی،اسے ساتھ کرلینے کے بجائے غیروں کی طرف دیکھتے رہے،اللہ تعالیٰ ناراض ہوکرہماری مددنہ کرے توغیروں کےلشکرجرارہماری کوئی مددنہیں کرسکتے،مصائب وآلام وہی ذات دورکرسکتی ہے جس کی طرف سے یہ آتے ہیں،بشرطے کہ مصائب وآلام میں مبتلاانسان اس کی طرف رجوع

کر کے اسے خوش کر دیں، مائل بہ کرم کر دیں، اب تک اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کی روش اختیار کرنے پر ہم نادم وشرمسار ہوں، اس کا عملی طور اظہار کرتے ہوئے اب تک کی گزاری ہوئی اپنی غیر اسلامی طرز زندگی کو خیر باد کہیں، اپنی چال، ڈھال، وضع قطع، لباس، خوراک، رہن سہن، شادی غمی، گفت وشنید، غرضے کہ اپنے ہر شعبۂ زندگی کو اسلام کے اعلیٰ وارفع قوانین کے تحت کر کے اللہ رب العزت کی اطاعت وفرماں برداری کو اپنا شعار بنالیں، تا کہ وہ ذات عالی خوش ہو کر ہماری اب تک کی کوتاہیوں سے درگزر فرمادے، ہمارے گناہوں پر عفو کا قلم پھیر دے، ہمیں ابتلاء کے مزید جھٹکوں سے بچائے اور دنیوی واُخروی کامیابی سے بہرہ ور فرمادے۔ آمین

مولوی حمید الرحمٰن قریشی چیف ایڈیٹر ۱۰ روزہ اصلاح المسلمین

مال و دولت نعمت بھی زحمت بھی

آج کل کے فضول اخراجات

آج کل اکثر لوگ آمد وخرچ میں شریعت کے حدود کا لحاظ نہیں رکھتے، خرچ کے اندر تو کچھ باک ہی نہیں جہاں چاہتے ہیں تنعم میں فضول سامان میں ناموری کے کاموں میں بے دھڑک خرچ کرتے ہیں سمجھتے ہیں کہ جس طرح چاہیں خرچ کریں، اور سب سے زیادہ گندہ پیسوں کا مصرف جو اس شہر میں (بلکہ اب تو ہر جگہ) کثرت سے ہے۔ کوکین کھانا ہے (ایک نشہ والی چیز ہے جیسے افیون بھنگ اور اسی کے قریب قریب آج کل بیڑی سگریٹ کا نشہ گٹکا، پڑیا، شیام بہار وغیرہ کے خرچے ہیں) اس کی وجہ سے سیکڑوں گھر برباد ہو گئے، ظاہر میں تو ذراسی چیز ہے لیکن اس کے مفاسد بہت ہیں، یہ سب چیزیں تو شیطان کا شیرہ ہیں۔

شیطان سے کسی نے کہا تھا کہ تو بڑا ملعون ہے گناہ کراتا ہے، اس نے کہا کہ میں کیا گناہ کراتا ہوں میں تو ایک ذراسی بات کرتا ہوں لوگ اسی کو بڑھا دیتے ہیں، دیکھو میں تم کو تماشہ دکھلاتا ہوں ایک دکان پر پہنچے ایک انگلی شیرہ کی بھر کر دیوار پر لگا دی، اس پر مکھی آکر بیٹھی، ایک چھپکلی اس پر جھپٹی اس پر دوکان دار کی بلی دوڑی، اس پر ایک خریدار کا جو فوجی آدمی تھا کتا لپکا، دوکاندار نے اس کتے کے ایک لکڑی ماری فوجی کو غصہ آیا اس نے دوکان دار کے ایک تلوار ماری بازار والوں نے انتقام میں فوجی کو قتل کر ڈالا، فوج میں خبر ہوئی تو فوج والوں نے بازار کو گھیر کر قتل عام شروع کرا دیا، بادشاہ وقت نے دوسری فوج سے ان ظالموں کو سزا میں قتل شروع کر دیا، ایک گھنٹہ میں شہر بھر میں خون کی ندی نالیاں بہہ گئیں، شیطان نے کہا کہ دیکھا میں نے کیا کیا تھا، اور لوگوں نے اس کو کہاں تک پہنچا دیا۔

اسی طرح یہ کوکین (پان، سگریٹ، گٹکے، پڑیا وغیرہ) شیطان کا شیرہ ہیں جب تک اپنے پاس روپیہ رہتا ہے اس کو خرید کر کھاتے ہیں جب وہ ختم ہو جاتا ہے تو گھر کا سامان بیچ کر کام چلاتے ہیں، جب وہ بھی ختم ہو گیا تو بیوی کا زیور، پھر جائداد اور گھر سب کچھ اڑا دیتے ہیں، جب اپنا سرمایہ ختم ہو گیا تو پھر پڑوسیوں کا صفایا شروع کر دیا کسی کے برتن اٹھا لیے کسی کے یہاں نقب کر کے چوری کر لی، آخر جیل خانہ میں چلے جاتے ہیں، وہاں مفت کی روٹیاں کھاتے ہیں، گھر رہنے میں تو کچھ فکر بھی تھی وہاں کچھ فکر ہی نہیں، بعض ایسے بے حیا ہوتے ہیں کہ جیل خانہ سے جب چھوٹتے ہیں تو کہہ کر آتے ہیں کہ ہمارا چولہا باقی رکھنا، ہم پھر آئیں گے۔

غرض یہ کوکین (نشہ والی چیزیں، لاٹری، شراب، پڑیا اور اس کی قسم کی چیزیں) بڑی بری بلا ہے اور ہزاروں اس میں مبتلا ہیں، اور تعجب ہے کہ سب بلائیں اور مصیبتیں اٹھاتے ہیں لیکن چھوڑتے نہیں، لوگ کہتے ہیں کہ چھوٹتی نہیں۔ صاحبو! جب ہمت قوی کر لی جائے تو سب چھوٹ جاتی ہے۔ (الاستغفار ملحقہ راہ نجات ص:۴۸)

بخل واسراف یعنی کنجوسی اور فضول خرچی کی تعریف

بخل (کنجوسی) کے معنی ہیں قلب کی تنگی، سو تنگی کی تقسیم ہو سکتی ہے مثلاً کسی نے روپیہ جمع کیا اور خرچ اس لیے نہیں کیا کہ اس سے مقصود بیوی بچوں کی راحت ہے، اس کے پسندیدہ ہونے کا دعویٰ غلط نہیں ہو سکتا۔

عرض کیا گیا کہ اسراف (فضول خرچی) کی حد کیا ہے؟ فرمایا جو شرعی اجازت کے خلاف ہو وہ اسراف ہے خواہ بظاہر نیک ہی کام ہو، مثلاً جس پر بیوی بچوں کا

نفقہ واجب ہو اس کو سارا مال خیرات کر دینا اسراف ہے اور کھانے پینے میں وسعت کرنا بشرطیکہ کسی حد شرعی سے تجاوز لازم نہ آئے یہ اسراف میں داخل نہیں ۔ (حسن العزیز ۱/ ۶۶)

فضول خرچی واسراف کی حقیقت

اسراف کے معنی یہ ہیں کہ منہی عنہ (کا ارتکاب ہو یعنی جس بات سے منع کیا گیا ہو اس میں خرچ ہو) اور اس میں بھی تھوڑی سی تفصیل ہے ۔بعض دفعہ ایک ہی شئ ایک شخص کے اعتبار سے اسراف ہو سکتی ہے اور دوسرے شخص کے اعتبار سے اسراف نہیں ہوتی، مثلاً ایک شخص کو پچاس روپئے میٹر کا کپڑا پہننے کی وسعت ہے اور ایک شخص کو دس روپئے میٹر کپڑے کی بھی گنجائش نہیں، اب یہ شخص اگر پچاس روپئے میٹر کا کپڑا خریدے گا تو ضرور قرض دار ہو جائے گا، اب دونوں نے پچاس روپئے میٹر کا کپڑا خریدا تو جس کو گنجائش ہے اس کے لیے تو کچھ حرج نہیں، نہ اس پر اسراف کا الزام، اور جس نے قرض لیا وہ بے ضرورت گردن پھنسانے سے گنہگار ہوگا، اور اسراف کرنے والا شمار ہوگا، کیونکہ بلا ضرورت مقروض ہونا گناہ ہے، دیکھئے پچاس روپئے میٹر کا کپڑا خریدنا ایک ہی عمل ہے مگر ایک کے لیے گناہ نہیں دوسرے کے لیے گناہ ہے، بات یہ ہے کہ حقیقت میں تو وہ فعل مباح (یعنی جائز) ہے مگر ایک عارض کی وجہ سے گناہ کا ذریعہ بن گیا۔ اور وہ عارض کیا تھا؟ بلا ضرورت قرض لینا۔ اگر یہ اس قدر قیمتی لباس نہ پہنتا تو بے ضرورت قرض کے گناہ میں مبتلا نہ ہوتا، اس لیے اس کے لیے اتنا اچھا اور قیمتی کپڑا پہننا بھی گناہ ہے کیونکہ گناہ کا ذریعہ بھی گناہ ہوتا ہے ۔(الصلاح والاصلاح، حقوق وفرائض ص: ۵۲۹)

مسکینوں محتاجوں کو نہ دینا بھی اسراف میں داخل ہے

حق تعالیٰ فرماتے ہیں: وَلَا تُسْرِفُوْا اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ۔اسراف نہ کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ اسراف کو پسند نہیں فرماتے ۔

اس آیت میں فقراء کے حق ادا کرنے کا حکم ہے اور فقراء کا حق کھا جانے کی ممانعت ہے جس کا حاصل یہ کہ فقراء کا حق ادا کرو، اور سارا کا سارا خود ہی نہ کھا جاؤ کہ مسکینوں کا بھی حق کھا لو، کیونکہ یہ اسراف ہے اور حق تعالیٰ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتے اور یہ اسراف اس لیے ہے کہ اس میں حد شرعی سے تجاوز ہے اور اسراف کی حقیقت بھی حد سے تجاوز ہے، پس مطلب یہ ہوا کہ مسکینوں کا حق ادا کرو، اور اتنا نہ کھاؤ کہ مسکینوں کا حق بھی نہ بچے اور اسراف جیسے خرچ کرنے میں ہوتا ہے کھانے میں بھی ہوتا ہے ۔(وعظ العشر حقوق وفرائض ص: ۵۹۸)

فضول خرچی کرنے والوں کا انجام

ہمارے یہاں ایک نواب صاحب تھے کسی ملک کے نواب نہیں تھے بلکہ فضول خرچی کرنے کی وجہ سے نواب مشہور تھے فضول خرچی کی یہ حالت تھی کہ نو چندی کا میلہ ہے اور ساتھیوں نے ٹھنڈا سانس لے کر کہا کہ ہمارے پاس کچھ ہوتا تو ہم بھی جاتے ۔بس یہ سن کر سو سو روپئے سب کو دے دیئے، اور یہ کیفیت تھی کہ جلیبیاں منگائی ہیں، ساتھیوں میں سے کسی نے کہہ دیا کہ تیل کی ہیں ۔بس بیلوں کو ڈلوا دیں اور جلیبیاں بیل کھا رہے ہیں اور سیکڑوں قسم کی فضولیات ان کے یہاں رہتی تھیں ۔اس کا انجام یہ ہوا کہ مفلس قلاش (خالی ہاتھ) ہو گئے ۔

ایک حالت تو وہ تھی دوسری حالت فاقہ کی ہوئی اس میں یہ کیفیت تھی کہ میرے پاس تمہارے پاس پہنچتے ہیں اور ہاتھ پھیلاتے ہیں کہ آٹھ آنہ پیسہ دے دیجئے بہت ضرورت ہے، جو لوگ پردیس سے آتے ان کے پاس پہنچ جاتے، میرے والد صاحب کے پاس بھی اکثر آتے ۔میں اس زمانے میں پڑھا کرتا تھا، ان کی یہ حالت میں دیکھا کرتا تھا مگر لوگ کہاں تک دیں، انہوں نے تو پیشہ ہی بنا لیا تھا، آخر انکار کر دیتے جس وقت ان کے پاس جائداد وغیرہ تھی اس وقت اگر کوئی نصیحت کرتا کہ اس طرح فضول خرچیاں مت کرو، جائداد کو بیچ بیچ کر مت اڑا ڈالو، دیکھو تمہارے باپ نے کس طرح مشقت سے جائداد خریدی تھی، تو آپ فرماتے ہمارے باپ بے وقوف تھے کہ چاندی دے کر مٹی لیتے تھے، یعنی روپیہ دے کر زمین خریدتے تھے، ہم مٹی دے رہے ہیں اور چاندی خرید رہے ہیں، یعنی زمین بیچ رہے ہیں اور روپیہ لے رہے ہیں، مگر انہوں نے یہ نہ سمجھا کہ مٹی چاندی کی بھی ماں ہے جس کے پاس زمین ہے اس کے پاس سب کچھ ہے ۔(التبلیغ ۱۵/ ۹۹)

فضول خرچی سے احتیاط میں بڑی برکت ہوتی ہے

اگر آدمی فضول خرچی سے بچے تو بڑی برکت ہوتی ہے، فضول خرچی بڑی نقصان دہ چیز ہے، اس کی بدولت مسلمانوں کی جڑ کھوکھلی ہوگئی ہے۔

آج کل فضول خرچی کا نام ''بلند حوصلگی'' رکھا ہے اس بلند حوصلگی کے نتائج یہ ہوتے ہیں کہ اپنے مال سے گذر کر دوسروں کے مال پر نظر ہوتی ہے، قرض لیتے پھرتے ہیں، پھر نوبت یہاں تک آتی ہے کہ عادت ہو جانے کی وجہ سے اگر ویسے قرض نہیں ملتا، سودی قرض لینا پڑتا ہے، اس کا جو انجام ہے ہر شخص پر ظاہر ہے کہ دین اور دنیا دونوں کو برباد کرنے والی چیز ہے۔ (الافاضات الیومیہ ۶/ ۲۴۸)

فضول خرچیوں اور اسراف کی بدولت مسلمان تباہ و برباد ہو گئے، مگر اس پر بھی آنکھیں نہیں کھلتیں ایک شخص کے حال کو دیکھ کر دوسرا عبرت حاصل کر سکتا ہے، مگر نہیں کرتے، شادی بیاہ کے موقع پر لوگ آنکھیں بند کر لیتے ہیں، اس سے کچھ بحث نہیں ہوتی کہ اس موقع پر خرچ کرنا چاہئے یا نہیں۔

ہم کو اسلامی سادگی پر رہنا چاہئے اگر کسی مہمان کی خاطر کچھ تکلف کیا جائے تو اس میں بھی اسلامی اعتدال کا لحاظ ضروری ہے مبالغہ نہ کیا جائے تو اسی میں ہماری عزت ہے۔ (احکام المال، مظاہر الاموال)

میں کہا کرتا ہوں کہ تھوڑے سے بخل کے بغیر انتظام نہیں ہوسکتا، اور وہ بخل بھی صورۃً ہے حقیقۃً نہیں۔ اور اگر حقیقی بھی ہو تو وہ بھی برا ہے، مگر اسراف ''فضول خرچی'' اس سے زیادہ برا ہے، جس چیز سے پریشانی ہو وہ اس سے بری ہے جس سے پریشانی نہ ہو۔ (الافاضات الیومیہ ۲/ ۱۵۳)

اخلاص اللہ تعالیٰ کی حکم بجا آوری اور خوشنودی کا نام ہے:

مذہب کا سب سے بڑا امتیاز یہ ہے کہ وہ انسان کے دل کو مخاطب کرتا ہے، اس کا سارا کاروبار صرف اسی ایک مضغۂ گوشت سے وابستہ ہے، عقائد ہوں یا عبادات، اخلاق ہو یا معاملات، انسانی اعمال کے ہر گوشہ میں اس کی نظر اسی ایک آئینہ پر رہتی ہے۔ ب اسی حقیقت کو آنحضرت صلَّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلَّم نے ایک مشہور حدیث میں یوں ظاہر فرمایا ہے: ترجمہ: ''ہشیار ہو کہ بدن میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے جب وہ درست ہو تو سارا بدن درست ہوتا ہے، اور وہ خراب ہو تو سارا دن خراب ہوتا ہے، ہشیار ہو کہ وہ دل ہے۔''

اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ جو نیک کام بھی کیا جائے اس کا محرک کوئی دنیاوی غرض نہ ہو اور نہ اس سے مقصود ریاء و نمائش، جلب منفعت، طلب شہرت یا طلب معاوضہ وغیرہ ہو بلکہ صرف اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کی حکم بجا آوری اور خوشنودی ہو۔ اسی کا نام اخلاص ہے۔ رسول کو حکم ہوتا ہے:

فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ۝ اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ

''تو اللہ کی عبادت کر خالص کرتے ہوئے اطاعت گزاری کو اسی کیلئے ہشیار کہ اللہ ہی کیلئے ہے، خالص اطاعت گذاری۔''

اخلاص کے معنی صرف یہ ہیں کہ نیت صرف ایک ہی شے کی ہو یعنی عمل کا محرک یا صرف ریا ہو اور یا محض رضائے حق۔ ان دونوں پر اخلاص کے لغوی معنی صادق آتے ہیں۔ کیونکہ خالص اسی شے کو کہتے ہیں جس میں کسی دوسری جنس کی آمیزش نہ ہو۔ مگر اصطلاح شرع میں اخلاص کے یہ معنی ہیں کہ محض حق تعالیٰ جل شانہٗ کی ذات مقصود ہو کیونکہ ماسوا کی جانب میلان اور قصد کرنے پر شرعاً اخلاص کا اطلاق نہیں ہوتا۔

عبادت سے مقصود اگر محض عبادت ہے تب تو اخلاص کہلائیگا اور اگر اس میں ریا اور دکھلاوے کی آمیزش ہے یا عبادت کے ضمن میں دنیا کے کسی فائدہ کا ارادہ بھی شامل ہے تو اس کو اخلاص نہیں کہیں گے۔ مثلاً روزہ رکھنے سے مقصود یہ بھی ہو کہ روزہ رکھنا عبادت ہے اور یہ بھی مقصود ہو کہ کھانے پینے کا پرہیز کرنے سے بیماری کو بھی نفع ہوگا پس ایک کام میں دو نیتیں شامل ہوئیں تو اس کو اخلاص نہ کہیں گے۔ یا مثلاً حج سے یہ مقصود ہو کہ وہ نیک کام اور عنداللہ محبوب ہے اور یہ بھی نیت ہو کہ حج کرنے سے سفر میں حرکت ہوگی اور حرکت سے مزاجِ صحت اعتدال پر آجائے گا یا اہل وعیال کے بارے سے چند روز خلاصی مل جائے گی یا دشمن کی ایذاؤں سے کچھ دنوں کیلئے نجات ہوگی۔ یا کسی بیمار کی عیادت کی مگر اس نیت سے کہ تمہارے بیمار ہونے پر وہ تمہاری عیادت کو آئے۔ یا مثلاً فقیر کو اس نیت سے کچھ دیا کہ وہ سر ہو رہا تھا غل مچا رہا تھا پس اس کا شور رفع ہو جائے گا وغیرہ ذالک یہ سب خیالات اخلاص کے منافی ہیں۔

حق تعالیٰ جل شانہٗ فرماتا ہے کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) اپنے پاس سے ان کو علیحدہ نہ کرو جو صبح و شام اپنے پروردگار کو پکارتے ہیں درآنحالیکہ اسی ذات کو چاہتے ہیں اس آیت سے معلوم ہوا کہ عمل سے حق تعالیٰ جل شانہٗ کی ذات مقصود ہو رسول مقبول صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم فرماتے ہیں کہ اعمال کا مدار نیت پر ہے کچھ لوگوں کے صحیفہ اعمال حق تعالیٰ جل شانہٗ کے حضور پیش ہونگے اور حق تعالیٰ جل شانہٗ فرمائیں گے کہ ان کو پھینک دو کیونکہ ان اعمال سے اس شخص کو میری ذات مقصود نہ تھی۔

حقیقت اخلاص:

ہر عمل کا ایک ڈھانچہ ہوتا ہے اور ایک اس کی روح ہوتی ہے۔ نماز میں ہاتھ اٹھا کر تکبیر کہنا قیام وقعود و رکوع و سجود وغیرہ یہ سب نماز کا ڈھانچہ ہے اور اس کی روح اخلاص ہے کہ دوران نماز غیر اللہ کا خیال نہ آنے پائے۔ اللہ اکبر کہ کر ہاتھ باندھنے کا عمل ایک دعویٰ ہے کہ ہم نے ماسوا اللہ سے ہاتھ اٹھالیا ہے اسی کو احسان صلوٰۃ کہا جاتا ہے۔ تمام اعمالِ صالحہ کی روح اخلاص ہے اس لئے ہمیں ہر عمل کے وقت اس کا خیال رکھنا ہوگا کہ اس عمل کا ڈھانچہ بھی درست ہو اور اس میں روح بھی موجود ہو۔ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کے یہاں اعمال کے اعداد کا شمار نہیں ہوتا کہ کتنی نمازیں پڑھیں، کس قدر روزے رکھے، کتنے حج کئے بلکہ وہاں بندوں کے اعمال کا وزن کیا جائے گا تعداد نہیں گنی جائے گی۔

قرآنِ کریم میں احسن عملاً فرمایا گیا ہے اکثر عملاً نہیں:

احسن عملاً فرمایا گیا ہے اکثر عملاً نہیں فرمایا۔ ہر عمل میں حسنِ عمل دیکھا جائے گا اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کے یہاں عمل کے وزن کے اعتبار سے جزا ملے گی اعمال میں جس قدر اخلاص ہوگا اسی قدر اعمال وزنی ہونگے۔ کسی کا عمل دیکھنے میں معمولی ہوگا لیکن اخلاص کی بدولت اس کی جزا بہت بڑی ہوگی اور کسی کے اعمال دیکھنے میں بہت عظیم ہونگے لیکن اخلاص نہ ہونے کی وجہ سے ان کی جزا بہت معمولی ہوگی۔ احادیث میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ کسی صحابی کا ایک مد مال خرچ کرنا (جو ہمارے ایک سیر کے قریب ہوتا ہے) غیر صحابی کے جبل احد کے برابر خرچ کرنے سے بھی زیادہ باعث اجر ہوگا۔ آخر اس کا سبب کیا ہے۔ بظاہر تو یہ بے انصافی معلوم ہوتی ہے کہ ایک شخص احد کے برابر مال خرچ کر کے بھی صحابی کے ایک سیر مال کے برابر اجر حاصل نہ کر سکے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ صحابی کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے شرفِ صحبت سے جو اخلاصِ عمل حاصل ہوگیا وہ غیر صحابی کو حاصل ہو ہی نہیں سکتا۔ اسی لئے اخلاص عمل کیوجہ سے صحابی کے معمولی اعمال کا وزن بڑھا ہوا ہے اور غیر صحابی میں اخلاص عمل کی کمی کیوجہ سے اس کے عمل کا درجہ گھٹا ہوا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب حضرت عبداللہ ابن مبارک سے کسی نے سوال کیا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز (جو عمر ثانی کہلاتے ہیں) اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ میں سے کون افضل ہے تو حضرت عبداللہ ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: ’’میں بقسم کہتا ہوں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا مقام تو بہت بلند ہے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کی ناک کا وہ غبار جو رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی معیت میں جہاد کے وقت اس کی ناک میں پہنچا، سینکڑوں عمر بن عبدالعزیز (رحمۃ اللہ علیہ) سے بہتر ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے فضائل وکمالات اپنی جگہ سب مسلم ہیں لیکن وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی معیت کی دولت کہاں سے لاسکیں گے۔‘‘

اخلاق حسنہ کمال ایمانی کی شرط

اخلاق حسنہ خود بھی اپنایئے اور اپنے عزیز و اقارب کو بھی اپنانے کی دعوت دیجیے۔ خلق عربی زبان کا لفظ ہے جس کا (اردو لغت میں) مطلب ہے: ملنساری، مروت اور خوش مزاجی وغیرہ۔ اَخلاق، خُلق کی جمع ہے جس کے لغوی معنی ہیں: اچھی خصلتیں، بھلے طور طریقے، پسندیدہ عادتیں اور اچھا برتاؤ وغیرہ۔ لفظ اَخلاق کے لغوی معنی ہی میں حسنِ اَخلاق کا مفہوم بھی موجود ہے۔ اگر ’’اَخلاق‘‘ کے اصطلاحی معنوں پر غور کریں تو خلق دراصل نفس کی اس پختہ حالت کا نام ہے جس سے اچھے یا برے افعال بے ساختہ طور پر بلا ارادہ سرزد ہوں۔

اَخلاق حسنہ کی تعریف میں اسلاف کے مختلف اقوال ہیں، مثلاً:

عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ’’اس سے مراد خندہ پیشانی سے پیش آنا، بھلائی عام کرنا اور اذیت دینے سے رکنا ہے۔‘‘

حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "اَخلاق حسنہ کی حقیقت بھلائی عام کرنا، اذیت دینے سے رکنا اور خندہ پیشانی سے پیش آنا ہے۔"

امام شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "اس سے مراد سخاوت کرنا، عطا کرنا اور کشادہ روئی سے ملنا ہے۔"

"غذاء الالباب" میں صاحب کتاب کہتے ہیں کہ حسن اَخلاق سے مراد ہے مسلمانوں کے حقوق ادا کرنا اور وہ یہ ہیں:

جو چیز اپنے لیے پسند ہو وہی دوسروں کے لیے پسند کرے۔ تواضع کے ساتھ پیش آئے۔ بڑائی، تکبر، غرور اور خود پسندی کا مظاہرہ نہ کرے۔ عمر رسیدہ شخص کی تکریم کرے، چھوٹے بچے پر شفقت کرے، ہر حق دار کا حق پہنچائے اور ساتھ ساتھ یہ اوصاف بھی پیدا کرے خندہ پیشانی اور خوش دلی سے استقبال کرنا، ہمیشہ مسکرانا، لچک دار رویہ اپنانا، عمدہ رفاقت، شائستہ گفتگو، اپنے بھائیوں کے درمیان اصلاح کرنا اور زیادتی کرنے والوں کو معاف کر دینا۔

اشعث بن قیس نے اپنی قوم سے کہا: میں تم میں سے ایک آدمی ہوں۔ مجھے تم پر کوئی فضیلت حاصل نہیں لیکن تمھارے ساتھ خندہ پیشانی سے پیش آتا ہوں، تمھاری خاطر اپنا مال صرف کرتا ہوں، تمھارے حقوق ادا کرتا ہوں، تمھاری محترم اشیاء کی حفاظت کرتا ہوں، جو مجھ جیسے کام کرے گا وہ مجھ جیسا ہے اور جو مجھ سے بڑھ کر کرے گا وہ مجھ سے بہتر ہے، تو اشعث بن قیس سے پوچھا گیا: اے ابو محمد! آپ ایسی باتیں کیوں کر رہے ہیں؟ تو وہ کہنے لگے، میں انھیں عمدہ اَخلاق کی تربیت دینا اور رغبت دلانا چاہتا ہوں۔"

اَخلاق کا لفظ ذہن میں آتے ہیں ایسا خاکہ ابھر کر سامنے آجاتا ہے جس کو ہر انسان اپنانے کی کوشش کرتا ہے کیونکہ اَخلاق ایسی صفت ہے کہ جس کے اندر یہ صفت پائی جاتی ہے تو سمجھ لیجیے کہ وہ کامل انسان ہے۔ اَخلاق ایک ایسی دوا ہے جو دل و دماغ دونوں کو غذا پہنچاتی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ دنیا کے تمام مذاہب کی بنیاد اَخلاق ہی پر ہے، چنانچہ اس عرصہ ہستی میں جس قدر پیغمبر اور مصلح آئے، سب نے اپنے اپنے دور میں اَخلاق ہی کی تعلیم لوگوں کو دی۔ اس ضمن میں انھوں نے اپنے کردار کو ان کے سامنے رکھا۔

آج کے دور میں ہر انسان پریشان ہے، اس کا تعلق دنیا کے کسی بھی طبقے سے ہو، وہ دنیا کے گھمبیر مسائل میں گھرا ہوا ہے، اسے سمجھ نہیں آرہی کہ وہ کیا کرے، کہاں جائے؟ یہ حالات آج ہی رونما نہیں ہوئے۔ آج سے چودہ پندرہ سو سال پہلے بھی لوگ ایسے ہی مسائل میں گھرے ہوئے تھے، بعض حوالوں سے صورت حال زیادہ سنگین تھی۔ اس دورِ جاہلیت میں لوگ ظلم کے اندھیروں میں زندگی گزار رہے تھے۔ اس دوران میں رحمت الٰہی جوش میں آئی اور اس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول بنا کر تمام جہانوں کے انسانوں پر ایک عظیم احسان کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آکر اس زمین پر بسنے والی امت کی تعلیم و تربیت کا انتظام بڑے ہی اچھے طریقے سے شروع کیا اور اپنا اسوہ ان کے سامنے رکھا۔ لوگ آپ کے عظیم اور عدیم النظیر کردار سے بے حد متاثر ہوئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (انما بعثت لاتمم مکارم الاخلاق مسند احمد) "میں تو بھیجا ہی اس لیے گیا ہوں کہ اَخلاق حسنہ کی تکمیل کروں۔" چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بعثت کے ساتھ ہی اس فرض کو سرانجام دینا شروع کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ابھی مکہ ہی میں تھے کہ ممتاز صحابی حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ نے، جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے، اپنے بھائی کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات اور تعلیمات کی تحقیق کے لیے مکہ بھیجا۔ انھوں نے واپس آکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت اپنے بھائی (ابو ذر رضی اللہ عنہ) کو جن الفاظ میں اطلاع دی، وہ یہ تھے: (رایت یامر بمکارم الاخلاق صحیح بخاری) "میں نے دیکھا وہ لوگوں کو اَخلاق حسنہ کی تعلیم دیتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علم اور عبادت کی زینت اَخلاق کو قرار دیا ہے۔ قیامت کے دن مومن کے میزان عمل میں کوئی چیز حسن اَخلاق سے زیادہ وزنی نہیں ہوگی۔ نیز فرمایا: (اکمل المومنین ایمانا احسنھم خلقا جامع الترمذی) مسلمانوں میں کامل ایمان اس کا ہے، جس کا اَخلاق سب سے اچھا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں ایمان کے کمال کا معیار جس چیز کو ٹھہرایا گیا ہے۔ وہ حسن اَخلاق ہے۔ اور یہی وہ پھل ہے جس سے ایمان کے درخت کی پہچان ہوتی ہے۔ اسلام میں اَخلاق ہی وہ معیار ہے جس سے باہم انسانوں میں درجہ اور رتبہ کا فرق نمایا ہوتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے بہتر وہ جو اَخلاق کے اعتبار سے سب سے اچھا ہے۔ ایک اور جگہ فرمایا کہ حسن اَخلاق سے زیادہ وزنی کوئی بھی چیز (قیامت کے دن) ترازو میں نہیں

چیف ایڈیٹر: صاحبزادہ حمید الرحمن قریشی، کراچی والے مولوی صاحب، جامعہ اسلامیہ فاروقیہ، سیکٹر 9، نارتھ کراچی۔ کراچی پاکستان

ہوگی، پھر آپ نے فرمایا کہ اللہ کے بندوں میں اللہ کا سب سے پیارا وہ ہے جس کے اَخلاق سب سے اچھے ہوں۔ اس سے معلوم ہوا کہ حسن خلق خدا کی محبت کا ذریعہ ہے اور دراصل رسول کی محبت کا ذریعہ بھی یہی ہے۔

رہبر انسانیت نبی کریم، درِیتیم، صاحب خلق عظیم ﷺ ایک دن اپنے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ ایک یہودی عالم زید بن سعنہ، جو آپ کی صفات کا تذکرہ تورات میں پڑھ چکا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں آیا اور اصحاب رسول رضوان اللہ علیہم اجمعین کی صفوں کو چیرتا ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ گیا۔ اس نے اچانک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا گریبان پکڑ کر سختی سے کھینچا اور درشت لہجے میں کہنے لگا: "اے محمد! جو قرض تم نے مجھ سے لے رکھا ہے، ادا کرو، تم بنو ہاشم کے لوگ ادائے قرض میں بڑی ٹال مٹول سے کام لیتے ہو۔" نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس یہودی سے چند درہم بطور قرض لیے تھے لیکن ابھی ادا کرنے کی مہلت باقی تھی، یہودی کی یہ گستاخانہ حرکت دیکھ کر عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو بڑا طیش آیا۔ وہ فوراً اُٹھے اور تلوار لہرا کر بولے: اے اللہ کے رسول! مجھے اجازت مرحمت فرمائیں میں اس گستاخ کی گردن اڑا دوں۔ نبی کریم، صاحب خلق عظیم ﷺ نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "اے عمر! اس (قرض خواہ یہودی) سے کہو کہ اپنا قرض طلب کرے بہتر طریقے سے اور مجھے حسنِ ادا کا حکم دو۔" یہ سن کر یہودی آپ کے اَخلاق عالیہ سے بہت متاثر ہوا اور کہنے لگا: اے محمد! قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق سے نواز کر مبعوث فرمایا ہے، میں آپ سے اپنا قرض وصول کرنے نہیں آیا بلکہ اس لیے آیا تھا کہ آپ کے اَخلاق کا امتحان لوں۔ مجھے خوب معلوم ہے کہ ابھی ادائے قرض کا وقت نہیں آیا لیکن میں نے آپ کے اوصاف کے بارے میں جو کچھ تورات میں پڑھا تھا، اسے بالکل برحق پایا، البتہ دو صفات کا ابھی تجربہ نہیں کیا تھا: ایک یہ کہ آپ غصے کے وقت اور زیادہ حلیم و بردبار ہو جاتے ہیں۔ اور دوسرا یہ کہ جو بھی آپ کے ساتھ جس قدر نادانی کرے گا آپ اس سے اتنی ہی زیادہ نرمی اور نوازش سے پیش آئیں گے۔ آج میں نے ان صفات حمیدہ کا بچشمِ خود مشاہدہ کرلیا ہے۔ اب میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں۔

آج ہم دیکھیں کہ اگر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا کام کرنے والا حسن اَخلاق والا ہو تو یہ اللہ کا فضل ہے۔ اب اسے چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے حسن اَخلاق کی جس نعمت سے نوازا ہے، اس نعمت کو وہ لوگوں کی اصلاح اور برائی سے ممانعت کے لیے بروئے کار لائے۔ اگر وہ ایسا نہیں کرتا تو اس کے لیے ضروری ہے وہ اَخلاق حسنہ اپنائے کیونکہ دعوت وتبلیغ کے لیے اَخلاق حسنہ کا ہونا شرط لازم ہے۔

خیر خواہی کرنا مسلمان کا حق ہے۔

مفتی محمد جمال الدین قاسمی

نصیحت وخیرخواہی انبیاء کا شیوہ تھا۔

انبیا کرام علیہم السلام کی جماعت اللہ تعالیٰ کے بعد انسانیت کی سب سے بڑی خیر خواہ جماعت تھی، اپنی اپنی قوم کے تعلق سے جیسی ان کو فکرمندی تھی اور خدا سے ان کا رشتہ جوڑنے اور مضبوط کرنے کے بارے میں جس دل سوزی سے وہ حضرات کام لیا کرتے تھے، وہ انہی کا حصہ ہے، کوئی دوسرا ان کی ہمسری کا دعوی بھی نہیں کرسکتا اور اس میں وہ حضرات اتنا آگے بڑھ جاتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کو اس سے روکنا پڑتا تھا، (الشعراء: 3) کئی انبیاء کے بارے میں نصح وخیرخواہی کا ذکر قرآن پاک میں مذکور ہے، حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم کو مخاطب کرکے فرمایا تھا:

﴿أُبَلِّغُكُمْ رِسَالَاتِ رَبِّي وَأَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ أَمِينٌ﴾ (الأعراف: 68)

"میں تمہیں پیغامات پہنچاتا ہوں اپنے رب کے اور میں تمہارا قابل اعتماد خیرخواہ ہوں"۔

اور حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا تھا:

﴿أُبَلِّغُكُمْ رِسَالَاتِ رَبِّي وَأَنْصَحُ لَكُمْ وَأَعْلَمُ مِنَ اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ﴾ (الأعراف: 62)

"تمہیں پیغامات پہنچاتا ہوں اپنے رب کے اور خیرخواہی کرتا ہوں تم سب کی اور میں اللہ کی طرف سے وہ کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے"

اور حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم کو مخاطب کرکے یوں فرمایا:

﴿يَا قَوْمِ لَقَدْ أَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّي وَنَصَحْتُ لَكُمْ وَلَٰكِن لَّا تُحِبُّونَ النَّاصِحِينَ﴾(الأعراف:79)

"اے میری قوم! میں نے تو پہنچا دیا تھا تم کو پیغام اپنے رب کا، اور پوری خیر خواہی کی تھی تمہارے لیے، مگر تم لوگ ہو کہ تم پسند ہی نہیں کرتے اپنے خیر خواہوں کو"۔

اور حضرت شعیب علیہ السلام نے جب اپنی قوم پر اتمامِ حجت کر دی اور قوم اپنی ضد و عناد اور ہٹ دھرمی پر تلی رہی تو آخر میں انہوں نے اپنی قوم سے کہا:

﴿يَا قَوْمِ لَقَدْ أَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَاتِ رَبِّي وَنَصَحْتُ لَكُمْ﴾(الأعراف:93)

"اے میری قوم! بے شک میں نے پہنچا دیے تم کو پیغامات اپنے رب کے اور پوری طرح خیر خواہی کی تمہارے لیے"

صالحین کی عادت

خیر خواہی صالحین کی عادت تھی، انبیائے کرام علیہم السلام کے نقش قدم پر چلنے والے جن کو صلحاء، دیندار اور متقی کہا جاتا ہے، وہ بھی عام مسلمانوں کے تعلق سے شفقت و ہمدردی اور خیر خواہی کا جذبہ رکھتے تھے اور جن کا تعلق خدائے تعالیٰ سے جتنا زیادہ استوار ہوتا تھا، اس کے بقدر مخلوق خدا سے ان کو ہمدردی اور خیر خواہی ہوا کرتی تھی، حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

بعض صحابہ رضی اللہ عنہم ارشاد فرماتے تھے کہ جس ذات کے قبضہ میں میری جان ہے، اگر تم چاہو تو میں خدا کی قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سب سے محبوب بندے وہ حضرات ہیں جو بندوں میں اللہ کی محبت پیدا کرتے ہیں اور انہیں ایسے اعمال کی ترغیب دیتے ہیں، جس سے اللہ ان سے محبت کرنے لگیں اور روئے زمین پر نصح و خیر خواہی کو عام کرتے ہیں۔ (جامع العلوم والحکم: 224/1، الحدیث السابع)

ابن علّیہ حضرت ابوبکر مزنی سے نقل کرتے ہیں کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جو نمایاں مقام ہے اور ان میں سب سے بڑھ کر صاحب فضل و کمال ہیں، اس کا سبب صرف نماز اور روزہ نہیں ہے؛ بلکہ ان کو یہ مقام ان کے دلی احوال کی وجہ سے حاصل ہوا، ان کے دل میں اللہ کی محبت اور مخلوق سے خیر خواہی کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ (حوالہ سابقہ، ص: 225) حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جن کو بھی اللہ تعالیٰ کا قرب اور ان سے خصوصی تعلق قائم ہوا ہے، میرے خیال میں نماز و روزے کی کثرت سے نہیں ہوا، بلکہ سخاوت، دل کی صفائی اور لوگوں کے ساتھ خیر خواہی کے نتیجے میں حاصل ہوا، (حوالہ سابقہ) حضرت عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ بہتر اور افضل عمل کونسا ہے؟ آپ نے فرمایا: اللہ سے خیر خواہی سب سے اچھا عمل ہے۔ (حوالہ سابقہ) ظاہر ہے کہ جو اللہ کے ساتھ خیر خواہی کرے گا وہ اس کی مخلوق کے ساتھ ضرور خیر خواہی کرے گا، بعض اسلاف سے منقول ہے کہ میری دلی خواہش یہ ہے کہ ساری مخلوق اللہ کی مطیع و فرماں بردار ہو جائے، اگر چہ اس جدو جہد میں میرے گوشت کو قینچی سے کاٹ ڈالا جائے۔ (حوالہ سابقہ)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خیر خواہی پر بیعت

حضرت جریر بن عبد اللہ بجلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیعت ہونے کے لیے حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اے جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ! اپنا ہاتھ بڑھاؤ، حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے کس چیز پر بیعت لینا چاہتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسلام لانے اور ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی کرنے پر بیعت کرو۔ (المعجم الکبیر للطبرانی، حدیث نمبر: 3465، داؤد بن یزید اودی)

اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ جب ایک جگہ کے گورنر تھے تو اس وقت انہوں نے فرمایا تھا کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر ابتداً جو بیعت کی تھی اس میں مسلمانوں کے ساتھ خیر خواہی کا ذکر نہیں ہوا تھا، میں بیعت سے فارغ ہو کر جب واپس جانے لگا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلایا اور فرمایا کہ میں صرف مذکورہ امور پر بیعت کرنے سے راضی نہیں ہوں، تم اس بات پر بھی مجھ سے بیعت کرو کہ ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی کیا کرو گے، حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس پر بھی بیعت کی۔ (حوالہ سابقہ، حدیث نمبر: 2457، المستظل بن حصین عن جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میں آپ کے دست مبارک پر ہجرت کرنے کی بیعت کرتا ہوں۔ آپ

ﷺ نے ہجرت پر مجھ سے بیعت لے لی اور یہ شرط بھی لگائی کہ ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی کرو گے، میں نے اس شرط کو قبول کیا اور اس پر بھی بیعت کی۔

(حوالہ سابقہ، حدیث نمبر: 2464، زیاد بن علاقة عن جرير)

ان احادیث سے نصح وخیر خواہی کی اور زیادہ اہمیت معلوم ہوتی ہے کہ آپ ﷺ نے بلا کر دوبارہ اس پر بیعت لی اور اپنی طرف سے اس کا اضافہ کر کے اس پر بھی بیعت لی، البتہ بخاری کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے جن امور پر بیعت لی تھی ان میں مسلمانوں کے ساتھ خیر خواہی ابتداً ہی سے شامل تھی۔

(دیکھیے: بخاری، حدیث نمبر: 57، باب قول النبی الدین النصیحة الخ)

آخری قسط

الشیخ مظہر الحموی، لبنان

اپنے گھر کو جنت بنانا آپ کی ذمے داری ہے۔

* ...اپنی اولاد کی تربیت کے لیے اپنائے گئے اصولوں اور طریقوں کے نتائج کا فوری انتظار نہ کیجیے، ورنہ شوہر کے مایوس ہو جانے یا تربیت سے غافل ہو جانے کا امکان ہے۔

* ...اپنی اولاد کی غلطیوں پر صرف تنبیہ کر دینا کافی نہیں، بلکہ انہیں مناسب سزا بھی دیجیے۔

* ...بچوں کی فراغت کے اوقات میں اور خاص کر چھٹیوں میں ان کے لیے کسی صحت مند اور مفید مشغلے کا انتخاب کیجیے، تاکہ ان کی صلاحیتیں پروان چڑھیں۔

* ...اپنی بیٹیوں کی دوست بن کر رہیے اور ان کے معاملے میں فطری وطبعی تبدیلیوں کا احساس وادراک کیجیے کہ جن سے نوجوان لڑکیوں کو مرحلہ وار گزرنا پڑتا ہے۔

* ...تربیت کے عملی نمونے اختیار کر کے اپنی بچیوں کی شخصی تربیت کرتے ہوئے اس میں نکھار پیدا کرنے کی کوشش کیجیے۔

* ...شوہر کی دل بستگی اور اس کے ساتھ بہترین توجہ کا معاملہ کرتے ہوئے اولاد کی خبر گیری اور گھر کے کام کا ایسا نظم بنائیے کہ ان تینوں ذمے داریوں کی ادائیگی میں توازن برقرار رہے۔

* ...شوہر کے والدین کے ساتھ اپنے والدین جیسی محبت واحترام اور خدمت کا خیال رکھیے، انہوں نے آپ کو ایک بہترین اور بیش قیمت ہدیہ آپ کے شوہر کی صورت میں عطا کیا ہے۔

* ...شوہر کے رشتے داروں کے ساتھ حسن سلوک اور دوطرفہ تعلقات کا خاص اہتمام کیجیے، خواہ آپ کے شوہر خود سے اس کا زیادہ اہتمام نہ کرتے ہوں۔

* ...شوہر کے مہمانوں کی خاطر مدارات کا بھی خیال رکھیے اور اچانک مہمان آجانے یا مہمانوں کی کثرتِ آمد ورفت سے ناراضگی اور چڑچڑے پن کا مظاہرہ نہ کیجیے۔

* ...شوہر کے ضروری کاغذات، فائلیں اور اہم سامان کی خاص حفاظت کیجیے اور اسے سنبھال کر رکھیے۔

* ...گھر کو ہر وقت اس انداز سے رکھیے کہ کسی بھی وقت کوئی مہمان آجائے تو خفت اور شرمندگی محسوس نہ ہو اور شوہر کی کتابیں، فائلیں اور روزمرہ استعمال کی چیزوں کو قرینے اور ترتیب سے رکھیے۔

* ...دیر سے گھر آنے پر باز پُرس اور ناراضگی کا طریقہ اپنانے کے بہ جائے شوہر کو اپنے شوق ورغبت کے ساتھ انتظار کا احساس دلاتے ہوئے اسے گھر کا بوجھ اٹھانے پر ستائشی کلمات سے بھی نوازیے۔

* ...شوہر کو کسی بات سے تنگ ہو کر غصے کے اظہار کا موقع نہ دیجیے، بلکہ اشارے اور انداز سے بھی فوراً ان کی مرضی کو بھانپ لینا چاہیے۔

* ...اپنے شوہر سے زیادہ شکوے شکایت کرنے سے باز رہیے۔

* ...شوہر کو ہمیشہ اس بات کا احساس دلاتی رہیے کہ ان کے کام سب سے اولین ترجیح کے لائق ہیں، چاہے آپ کو دوسری مصروفیات کتنی ہی درپیش ہوں۔

* ...یاد رکھیے، شوہر کا یہ حق ہے کہ وہ آپ کے اور آپ کے گھر والوں کے درمیان ہونے والے امور اور معاملات سے واقف اور باخبر رہے۔

*...آپ شوہر کو اس بات کا احساس دلائیے کہ آپ کو اپنے شوہر پر توجہ اور پیار ہے۔ کام یاب بیوی وہ ہوتی ہے جس کی محبت اور تعلق کا شوہر کو ادراک ہو۔

*...کام کاج کی کثرت اور گھریلو امور میں مشغولیت آپ کی طبیعت پر منفی اثرات مرتب نہ کرنے پائیں۔

*...اپنے گھر کی باتوں کو ادھر اُدھر نہ پھیلائیے۔ اپنے گھر کے رازوں کو محفوظ رکھنے کا اہتمام کیا کیجیے۔

*...دوسرے لوگوں کے ساتھ اپنے شوہر کا کبھی موازنہ نہ کیجیے، بلکہ اپنے شوہر کی خوبیوں کو دیکھا کیجیے۔

*...عورتوں میں اصلاح کا کام کرنے کے لیے مشورے کے طریقے کو مؤثر بنانے کی کوشش کیجیے، تاکہ آپ سہولت اور حکمت عملی کے ساتھ وقت ضائع کیے بغیر مطلوبہ ہدف حاصل کرسکیں۔

*...وہ مادی معیار زندگی جو عام طور پر عورتوں کو اپنے میں منہمک رکھتا ہے، آپ اس مادی معیار سے بہ خوبی واقف رہیے، تاکہ دوسری خواتین کو مناسب اور نرم گفت گو کے ذریعے اس مادیت سے نکال سکیں۔

*...اپنی بہنوں کے ساتھ کام کرتے ہوئے ان کے دل جیتنے کی کوشش کیجیے، پھر وہ عقل وشعور کے ساتھ آپ کی تابع دار ہوجائیں گی۔ یہی طریقۂ کار خواتین کے لحاظ سے زیادہ مناسب ہے۔

*...اپنے کاموں میں اپنے ساتھ دوسروں کو شریک کیجیے، جو آپ کی عدم موجودگی میں آپ کے کاموں کا بوجھ اٹھاسکیں۔ اس طرز عمل سے آپ کی ذمے داریوں کا بوجھ بڑھنے نہیں پائے گا، بلکہ اس میں توازن قائم رہے گا۔

جنت کی قیمت

مولانا عظیم گل محمدی

امام ابوداؤد رحمہ اللہ محدثین کے امام ہیں۔ صحاح ستہ میں شامل ان کی سنن ان کے زندہ وجاوید ہونے کے لیے کافی ہے، ایک بار وہ کشتی میں سفر کر رہے تھے، دریا کے کنارے ایک آدمی کو چھینکنے کے بعد الحمد للہ کہتے ہوئے سنا۔ چھینکنے والا الحمد للہ کہے تو جواب میں یرحمك الله کہنا سنت بھی ہے اور مسلمان بھائی کا حق بھی، امام کی کشتی آگے نکل گئی آپ نے ایک دوسری چھوٹی کشتی ایک درہم کے عوض کرایہ پر لی، چھینکنے والے کے پاس آئے اور انہیں یرحمك الله کہا اس نے جواب میں یھدیکم الله (اللہ آپ کو ہدایت دے) کہا، امام واپس اپنی کشتی پر آگئے، ساتھیوں نے ان سے اس تکلف کی وجہ پوچھی تو فرمانے لگے کہ: مجھے خیال ہوا کہ ہوسکتا ہے یہ آدمی مستجاب الدعوات ہو، اللہ کے ہاں اس کی دعا قبول ہوتی ہو، میرے یرحمك الله کہنے کے جواب میں وہ یھدیکم الله کہے گا۔ تو بہت ممکن ہے اس کی یہ دعا میرے حق میں قبول ہوجائے اس لیے میں کشتی لے کر اس کے پاس گیا۔ کہتے ہیں کہ جب سفر کرتے ہوئے رات کو کشتی کے مسافر سوگئے تو سب نے یہ ہاتف غیبی سنی کہ آواز آرہی ہے:

کشتی والو: ابوداؤد نے ایک درہم کے عوض اللہ سے جنت خرید لی ہے۔

منتخب جوامع الکلم

عملوں کا دارومدار نیتوں پر ہے۔

ہر کام کا درمیانی حصہ سب سے بہتر ہوتا ہے۔

اپنے مسلمان بھائی کا دل خوش کرنا گویا اللہ کو خوش کرنا ہے۔

مومن کو یہ زیب نہیں دیتا کہ جو چیز اپنے لئے پسند کرے وہ اپنے دوسرے مومن بھائی کے لئے پسند نہ کرے۔

کسی قوم کی نقالی کرنے والے کو اسی قوم میں ہی یوم محشر میں اٹھایا جائے گا۔